ابراہیم جلیس کا پہلا رپورتاژ: ''شہر''

Ibrahim Jalees's first reportage: "Shehar"

غلام عباس [i]　ڈاکٹر محمد شکیل پتافی [ii]

Abstract:

Ibrahim Jalees's reportage, titled "Shehar", was first published in 1944 in the Bombay-based monthly litrarry journal Nizam. But was first brought to scholarly attention through Dr. Anwar Sadeed's book "Urdu Adab ki Mukhtasar Tareekh", despite having remained largely unnoticed by critics earlier. According to Dr. Anwar Sadeed, "Shehar" presents a coherent sociological situation in which individual experience and collective urban reality are intricately woven together. One of the distinctive strengths of this reportage lies in its emphasis on the impression of personality, along with a conscious rejection of purely internalized or detached external observation. The present article examines "Shehar" in the light of Dr. Anwar Sadeed's critical viewpoint and analytical framework, focusing particularly on questions of presence, textual identity, and genre-consciousness.

Keywords: *Urdu literature, Reportaj, Ibrahim Jalees, Bombay, Anwar Sadeed, Urdu Adab ki Mukhtasar Tareekh.*

ابراہیم جلیس کا رپورتاژ ''شہر'' پہلی بار ۱۹۴۴ء میں بمبئی سے شائع ہونے والے ماہنامہ نظام میں شائع ہوا تھا۔ مگر پہلی مرتبہ ڈاکٹر انور سدید کی کتاب ''اردو ادب کی مختصر تاریخ'' کے ذریعے سنجیدہ علمی توجہ کا مرکز بنا۔ اس سے قبل یہ ناقدین کی نظر سے اوجھل رہا تھا۔ ڈاکٹر انور سدید کے مطابق ''شہر'' میں ایک مربوط سماجی صورتِ حال پیش کی گئی ہے، جہاں انفرادی تجربہ اور اجتماعی شہری تجربہ باہم گتھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس رپورتاژ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تاثر کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے، اور محض باطنی یا خارجی مشاہدے پر اکتفا کرنے کے بجائے ان دونوں کے محدود دائرے کو شعوری طور پر رد کیا گیا ہے۔ شناخت اور صنفی شعور جیسے سوالات کو مرکزِ بحث بناتے ہوئے ''شہر'' کا جائزہ ڈاکٹر انور سدید کے تنقیدی نقطۂ نظر کی روشنی میں لیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: اردو ادب، رپورتاژ، ابراہیم جلیس، بمبئی، شہر، انور سدید، اردو ادب کی مختصر تاریخ۔

۱۹۴۴ء بمبئی کے قیام کے دوران ابراہیم جلیس نے سب سے پہلا رپورتاژ 'شہر' لکھا جو ناقدین جلیس کی نظروں سے طویل عرصے تک اوجھل رہا۔ متذکرہ رپورتاژ کے بارے میں سب سے پہلے پہلی نشان دہی ڈاکٹر انور سدید کی کتاب اردوادب کی مختصر تاریخ کے ذریعے ہوئی۔ ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

> ابراہیم جلیس (متوفی ۱۹۷۷ء) کے رپورتاژ 'شہر' میں سماجی نوعیت کا اور دو ''ملک ایک کہانی'' میں تحریکی قسم کا منظر نامہ مرتب کیا گیا ہے اور یہ دونوں رپورتاژ اس صنف کو مزید وسعت دینے میں بہت معاون ثابت ہوئے۔ ابراہیم جلیس کے

i اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ گریجویٹ کالج، مظفرگڑھ۔
ii صدر نشین، شعبہ اردو، NCBA&E، ملتان۔ (Corresponding Author)

> طنزیہ لہجے نے ردعمل کی لہر کو قدرے زہرناک بنادیا ہے لیکن فائدہ یہ ہوا کہ رپورتاژ میں شخصی تاثر کو راہ مل گئی اور خارج کے مشاہدے میں داخل کی رو بھی شامل ہو گئی۔[۱]

چناں چہ ''شہر'' کی تلاش و جستجو کا سفر شروع کیا۔''دو ملک ایک کہانی''اور''جیل کے دن جیل کی راتیں''آسانی سے دستیاب بھی تھے، تاہم''شہر''کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ میں نے ڈاکٹر انور سدید کو متذکرہ رپورتاژ کے حوالے سے ایک خط تحریر کیا، جس کے جواب میں ڈاکٹر انور سدید کا ایک خط موصول ہوا۔ اس خط میں انھوں نے تحریر کیا کہ ''ابراہیم جلیس کا رپورتاژ''شہر'' رسالہ ہفتہ وار''نظام'' بمبئی میں شائع ہوا تھا۔ میں اس زمانے میں نظام میں لکھا کرتا تھا اور یہ پرچہ میرے پاس باقاعدگی سے آتا تھا۔ اس کے مدیر قدوس صہبائی تھے۔ اب مجھے''شہر'' کا سن یا پتہ یاد نہیں ہے۔ تاہم پشاور کے ممتاز ادیب خاطر غزنوی نے ایک ملاقات کے دوران بتایا کہ ان کے پاس نظام کا فائل موجود ہے۔ توقع ہے کہ آپ کو ان سے مل جائے گا۔''[۲]

یہ رپورتاژ خاطر غزنوی سے تو نہ ملا۔ البتہ حمید اختر صاحب سے مل گیا۔''شہر''ابراہیم جلیس کے قیام بمبئی کے دنوں کی یادگار کا رپورتاژ ہے جس میں بمبئی کی زندگی کا اندرونی نقش بھی موجود ہے۔ ابراہیم جلیس بمبئی فلموں میں کام کرنے کے لیے گئے تھے۔ مالک رام لکھتے ہیں:

> ۱۹۴۴ء میں وہ فلم کے میدان میں قسمت آزمائی کرنے بمبئی گئے۔ یہاں ان کے دوست عبدالحئی، ساحر لدھیانوی پہلے سے موجود تھے۔ قیام ممبئی کے زمانے میں ابراہیم انھی کے ساتھ رہے۔[۳]

ابراہیم جلیس کی بمبئی کی زندگی نہایت کس مپرسی، تنگی اور تلاش روزگار کے مصائب میں گزری۔ بمبئی میں تقریباً ایک سال کے قیام کے بعد مناسب روزگار نہ ملنے کی وجہ سے حیدرآباد لوٹ آئے۔ تاہم اس دور کی یادگار تحریر ان کا رپورتاژ''شہر'' ہے۔''بمبئی کے دن اور بمبئی کی راتیں'' کے عنوان سے ان دنوں کی یادگار میں حمید اختر ان الفاظ میں قلم بند کرتے ہیں کہ''ہم تینوں گیٹ وے آف انڈیا کے پاس سلیمان چیمبرز کی بڑی عمارت کے ایک فلیٹ میں رہتے تھے۔ تاج محل ہوٹل اس عمارت کے عقب میں اور قلابہ کا علاقہ اس کے دوسرے رخ تھا، کچھ دنوں بعد پریت لڑی والے سردار گور بخش سنگھ کا بیٹا نوتیج بھی، جو بعد میں

پنجابی زبان کا بڑا افسانہ نگار مانا گیا ہمارے ساتھ دو کمروں کے اسی فلیٹ میں آ گیا۔ بمبئی کا کونہ کونہ اور اس شہر کو ناپنے نکل جاتے، یہ شہر حسن، بانکپن اور خوب صورتی کی علامت تھا۔ ہم بھی جوان تھے اور دنیا کو سنوار نے کا عزم دل میں رکھتے تھے۔ دن بھر آوارہ گردی کرتے، باتیں بناتے قہقہے لگاتے بمبئی کے ساحل پر شور سمندر اور عروس البلاد کی خوبائیں ہمیں مصروف رکھتیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر خوش ہو جاتے، بمبئی کی بسوں میں عورتوں کے لیے علیحدہ نشستیں نہیں ہوتی تھیں۔ ساحر کی کوشش ہمیشہ یہ ہوئی کہ وہ کسی مراٹھی نوجوان خاتون کے عقب والی نشست پر بیٹھ کر اس کے جوڑے میں لگے ہوئے پھولوں کی مہک سے مشام جان کو معطر کرے۔ اس موقع کی تلاش میں ہم دو دو تین تین بسیں مس کر دیتے۔ جلیس بمبئی کے پارسی بڈھوں کو تلاش کرتا رہتا۔ نو تیج تاریخ اور ادب کا سنجیدہ طالب علم تھا مگر جلیس اسے بات ہی نہیں کرنے دیتا تھا۔ ہماری ساری بھاگ دوڑ، آوار گردی اور خوش فکری جلیس کے دم قدم سے تھی۔ ساحل بمبئی کی چاندنی راتیں، ناریل کے اونچے نیچے درخت اور سمندر آفرین لہر میں ہماری رمز آشنا تھیں۔ کیوں کہ ہم پوری پوری رات یہاں بیٹھ کر یا ٹھنڈی ریت پر لیٹ کر اپنی اپنی رام کہانیاں بیان کرتے، جلیس سبھی کو ہنساتا۔"[۴۰]

ابراہیم جلیس کا رپورتاژ "شہر" بمبئی کی سماجی تصویر ہے جسے انھوں نے بمبئی آمد کے چند ہفتوں میں لکھ ڈالا۔ اس رپورتاژ کو ہفتہ وار رسالہ نظام نے قدوس صہبائی کی ادارت میں سات قسطوں میں شائع کیا۔ بمبئی ہندوستان کا دل ہے اور سب سے بڑا تہذیبی، صنعتی اور ثقافتی مرکز ہے۔ ساحل سمندر پر واقع ہونے کی وجہ سے یہ شہر نہ صرف خوب صورتی کی ایک علامت ہے بلکہ اس کی تجارتی حیثیت بھی نمایاں ہے۔ بمبئی کے صنعتی مزاج آبادی کے بے تحاشہ دباؤ، نفسا نفسی، انجمن سازی، اشتہار سازی، ہندو مسلم فسادات، امرد پرستی، طوائفوں کی بہتات، ہوٹلوں کی کثرت، شہر میں سر عام پیشاب کرنے والوں کا احوال، ساحر اور مصنف کے شب و روز کے جھگڑے، انجمن ترقی پسند مصنفین بمبئی کے جلسوں کا احوال بمبئی کی مصنوعی معاشرت کا ذکر، احساس بیگانگی اور مصروفیت، بمبئی کی فلمی مصروفیات، ممبئی میں کرائے کے مکانات کا مسئلہ، بمبئی میں فسادات کی وجوہات، انگریز سامراج کی عیاشیاں، بمبئی کا ادبی ماحول، خوجوں کے مرقعے، عطائی حکیموں کا ذکر بمبئی شہر کے ذرائع آمدورفت، مچھلی پکڑنے والی گھاٹنیں، اور ان کے بدبودار جسے کا ذکر، عطر فروشوں کے قصے، شہر میں آنے والے مختلف موسموں کا حال اور سرگرمیاں، شہر کے مشہور روڈ کا ذکر اور

بمبئی اور اس کے گرد و نواح میں پھوٹنے والے قحطوں اور کالوں کا ذکر بڑے بھرپور اور متنوع انداز سے کیا گیا ہے۔ ''شہر'' ۱۹۴۴ء میں لکھا گیا لیکن اس کی اشاعت ہفتہ وار نظام بمبئی میں ۷-۴-۱۹۴۶ء میں ہوئی۔ اخباری ضروریات کے پیش نظر اور سنسنی خیزی پیدا کرنے کی غرض سے اس کی اشاعت کے پس منظر کو خونی فسادات کا پس منظر قرار دیا گیا ہے۔

حالاں کہ حقیقت اس کے بر عکس ہے۔ ''شہر'' میں فسادات کا ذکر تو آیا تاہم بمبئی کی سماجی زندگی کی مکمل تصویر کشی بھی کی گئی ہے جس سے یہ رپورتاژ ایک مکمل تہذیبی سماجی اور ادبی تحریر بن گئی ہے۔ ''شہر'' نظام ہفتہ وار بمبئی کے علاوہ کسی اور رسالے جریدے میں شائع نہیں ہوا اور نہ ہی مصنف یا کسی ادارے نے اس کی کتابی اشاعت کا اہتمام کیا۔ لہٰذا ''شہر'' کے تحقیقی و تنقیدی مطالعے میں میرے پیش نظر نظام کی فائل ہے، جس میں یہ رپورتاژ ۷-۴-۱۹۴۶ء میں شائع ہوا۔ نظام کی اس فائل میں یہ رپورتاژ سات قسطوں میں شائع ہوا، میں نے ہفتہ وار اشاعتوں کا مطالعہ الگ الگ پیش کیا ہے۔ ان سات قسطوں کی تفصیل درج ذیل ہے اور ہر قسط کا موضوعاتی جائزہ پیش کیا ہے۔ ''شہر'' کی پہلی قسط ۱۵ دسمبر ۱۹۴۶ء کو شائع ہوئی۔ رپورتاژ کا آغاز نہایت ہی ڈرامائی انداز بیان کا حامل ہے۔ ابراہیم جلیس، ساحر لدھیانوی کے گھر صبح سویرے پہنچ گئے۔ ابراہیم جلیس لکھتے ہیں:

> ساحر لدھیانوی سو رہا تھا اور سورج نے اپنی ایک تہائی مسافت طے کر لی تھی۔ ابراہیم جلیسوف نے اپنا سوٹ کیس اور بستر ساحر کے جسم پر رکھ دیا۔ وہ کلبلایا اور جاگا۔ ظاہر بات ہے کہ جلیسوف نے سوٹ کیس اور بستر اسی لیے اس کے جسم پر رکھا تھا کہ ساحر کلبلائے اور جاگے۔[۵]

بمبئی کو ہندوستان کی تہذیبی اور تمدنی زندگی میں کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ یہاں کی سوسائٹی میں عزت و شرافت کے تمام معیارات مالی حیثیت سے تشکیل پاتے ہیں۔ جس کے پاس جتنا روپیہ پیسہ ہے وہ شخص اسی قدر زیادہ عزت دار اور شرافت کا نمونہ ہے۔ شہر میں جس کے پاس کاروبار اور دولت نہیں اسے تو کتا بھی نہیں سونگھتا، انسان اس کی قدر و منزلت کیا کریں گے۔ شہر میں مختلف کاروبار ہیں۔ شہر میں پھیلے کاروبار کے بارے میں ابراہیم جلیس لکھتے ہیں:

> شہر میں انسان کو کتا بھی نہیں سونگھتا۔ ''بزنس مین'' کو البتہ سب سونگھتے ہیں۔ یعنی میرا مطلب ہے کہ بزنس مین شہر کا اصلی باشندہ ہوتا ہے۔ بزنس کے ضمن میں آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ شہر میں ہر قسم کے بزنس ہوتے ہیں۔ ایک عام بزنس جسے آپ سب جانتے ہیں، دوسرا عجیب و غریب قسم کا بزنس آوارہ لونڈے چلاتے ہیں۔ یہ لونڈے ریلوے اسٹیشنوں، سینما گھروں، ہوٹلوں کو ایک دو آنے دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔[۶]

شہر کا مزاج تعیش پسندی پر مشتمل ہے۔ بمبئی کے لوگ مذہبی نہیں ہیں اور نہ مندر یا مسجد ان شہر کے باسیوں کے لیے اہم ہیں۔ خدا کی یاد صرف دیہاتیوں کا کام ہے۔ بمبئی میں لوگ صرف عیش و عشرت میں غرق رہتے ہیں:

> شہر میں مسجدیں اور مندر ہمیشہ خالی رہتے ہیں کیوں کہ شہر میں باغیچے، ہوٹلیں، سینما تھیٹر، ناچ گھر اور شرات خانے بکثرت ہوتے ہیں۔ مسجدوں اور مندروں میں وہ سامان عیش کہاں مل سکتا ہے جو باغیچے، ہوٹل سینما، تھیٹر، ناچ گھر اور شراب خانے میں مل سکتا ہے۔ خدا گاؤں میں رہتا ہے اور عیش شہر میں۔ اس لیے شہر کے باشندے خدا کو مسجد یا مندر میں یاد کرنے کے بجائے ٹرین یا بس کے نیچے آ جانے پر یاد کرتے ہیں۔[۷]

بمبئی میں سڑکوں اور ہوٹلوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ انسان اگر گھر میں بھی بیٹھا ہو تو سڑک جان نہیں چھوڑتی۔ اس طرح لوگ راہ چلتے ہوئے چیزیں بھی کھاتے ہیں لیکن کوئی نوٹس نہیں لیتا۔ شہر میں بے تعلّقی کی فضا ہے۔ اسی طرح ہوٹلوں کے ناموں کی تفصیل بھی دلچسپ ہے جو فرقہ وارانہ جذبات کو ابھار کر گاہکوں کی تعداد میں اضافہ کرتے ہیں۔ ابراہیم جلیس لکھتے ہیں:

> شہر کے مالکان ہوٹل میں ادھر کچھ عرصہ سے کافی شعور پیدا ہو گیا ہے۔ کہیں آپ کو مسلم لیگ فلیگ اسلامی ریسٹوران نظر آئے گا کہیں کانگریس فلیگ ہندو ہوٹل کہیں پاکستان کیفے تو کہیں جے ہند ہوٹل... ایک جگہ عالمگیر ریسٹوران ہے تو

دوسری جگہ شیواجی ہوٹل تو ایک جگہ مغلیہ ہوٹل ہے۔[۸]

بمبئی میں آرٹ اور فن کاروں کی کوئی قدر نہیں ہے بلکہ اس کے مقابلے میں جھوٹ کا بول بالا ہے اور ادیبوں کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے:

> شہر کی سب سے زیادہ تابندہ خصوصیت ہے۔ کوئی انسان اگر شہر میں خوش حال کامیاب اور بامراد زندگی بسر کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے جھوٹ بولنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ شہری زندگی میں صحت مند رہنے کے لیے دن میں دس بار چائے پینا لازمی ہے۔ شہر میں جھوٹ کا بول بالا۔ آرٹ اور جلیسوف کا منہ کالا۔[۹]

''شہر'' کی تیسری ہفتہ وار قسط ۹ دسمبر ۱۹۴۶ء کو شائع ہوئی۔ اس قسط میں بمبئی میں بارش کے بعد کے مناظر ہیں۔ بمبئی میں بارش عموماً جون کے شروع میں شروع ہوتی ہے جس سے گرمی کی شدت میں کمی آ جاتی ہے۔ شہر میں بارش ۸ جون سے یعنی سرکاری طور پر شروع ہو جاتی ہے اور جب شروع ہو جاتی ہے تو بس شروع ہی ہو جاتی ہے یعنی جون سے جولائی اگست ستمبر اکتوبر تک شہر کے آسمانوں پر کبھی کالے کالے بھی سرمئی کبھی اودے بھی خاکستری بادل منڈلاتے رہتے ہیں۔ کبھی مینہ برس جاتا ہے۔ کہیں بادل کنواری لڑکیوں کی طرح چپکے چپکے رونے لگتے ہیں، کبھی جھڑی لگتی ہے تو بھی پھوار پڑتی ہے۔ بارش کے بعد خوب صورت منظر جلیس نے اپنے فنکارانہ انداز میں قلم بند کیا ہے:

> ساری فضا گھنی گھنی سارا منظر دھواں دھواں ..... فٹ پاتھوں پر دوکانوں کے چھجوں کے نیچے انسانوں کا ایک ریلا ہے، جو امڈا آ رہا ہے۔ جس پر چھتریاں بلبلوں کی طرح بہہ رہی ہیں۔ بارش رک گئی۔ چھتریوں کے بلبلے پھٹ گئے۔ لوگ بھاگ کر سڑکوں پر نکل آئے۔ سڑکیں پھر کلبلانے لگیں۔ موسم ظالم ہے۔ موسم کافر ہے۔ موسم عشوہ طراز ہے۔ موسم شبابی ہے، موسم شرابی ہے۔ برسے ہوئے سفید بادل ہواؤں میں ڈول رہے ہیں۔ سارا شہر ایک اجنبی جھرجھری بن گیا ہے۔[۱۰]

اس رپورتاژ میں شہر کے ادبی ماحول کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ شہر میں ادب تخلیق ہو رہا ہے لیکن ادبی جلسوں میں شرکاء کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ ادبی رسائل و جرائد کی بھرمار ہے۔ ہر رسالے کا ہر نمبر

خاص نمبر ہوتا ہے اور خاص طور پر قائد اعظم کی تصویر چھاپنے کے بعد مسلمانوں کے جذبات سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور رسالے کی فروخت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ شہر میں مختلف لباسوں کا ذکر بھی موجود ہے جو ابراہیم جلیس کی وسعت مشاہدہ کی دلالت کرتا ہے۔ بمبئی کا سنڈھر روڈ، روڈ سے زیادہ لباسوں کی نمائش گاہ ہے۔

مصنف کے الفاظ میں:

> آپ کچھ دیر کے لیے سنڈھر روڈ کے اس بس اسٹاپ پر کھڑے ہو کر لوگوں کے پہنے ہوئے یہ لباس دیکھیں۔ پتلونیں، پاجامے، چوڑی دار پاجامے، ڈھیلے پاجامے، دوہرے پا جامے، چوڑی دار پاجامے علی گڑھی پاجامے، حیدرآبادی پاجامے، زنانی شلواریں، مردانی شلواریں، دھوتیاں، بنگالی دھوتیاں، ناگپوری دھوتیاں، لنگیاں چوخانے دارلنگیاں، آڑی لکیروں والی لنگیاں، نکریں، قمیض، کرتے، انگرکھے، بلاؤز، فراک، جمپر، جری، سوئیٹر، پلی اوور، برقع، چولیاں، انگیاں کوٹ، فرکوٹ، فراک، جمپر، جرسی، سوئیٹر ت، پل اوور، برقع، چولیاں، انگیاں، کوٹ، فرکوٹ، فراک کوٹ، لانگ کوٹ، پارسی کوٹ، نمبا کوٹ، مارواڑی کوٹ، فرنچ کوٹ، بیرہ کوٹ.... سنڈھر روڈ شہر کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔"

۲۹ دسمبر ۱۹۴۶ء کے بعد شہر کی چوتھی قسط ۱۶ فروری ۱۹۴۷ء کو شائع ہوئی اور اس تاخیر کی وضاحت رسالہ نے ان الفاظ میں شائع کی:

> ابراہیم جلیس کے رپورتاژ کی تین قسطیں شائع ہو چکی ہیں۔ درمیان میں جلیس حیدرآباد میں کچھ علیل ہوئے تو یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اب اس رپورتاژ کا بقیہ حصہ بھی موصول ہو گیا ہے جسے شائع کیا جا رہا ہے۔ مضمون اگرچہ مسلسل ہے لیکن موجودہ حصہ بجائے خود بھی ایک علیحدہ سلسلہ کہا جا سکتا ہے۔"[۱۲]

۱۶فروری کی اس خاص اشاعت میں بمبئی شہر میں پھوٹنے والے ہندو مسلم خونی فسادات کا مطالعہ ایک نئے انداز سے کیا گیا ہے ہندو شہر کی لوکل اصطلاح میں اس عمل کو ہندو مسلمان مارا ماری یا ہندوستان کا طوفان بھی کہتے ہیں۔ انگریزوں کے آنے سے قبل ہندو اور مسلمان صدیوں سے اکھٹے رہ رہے تھے۔ عیدوں

اور تہواروں پر ایک دوسرے کے گلے لگ کر اپنی آرزوئیں پوری کرتے تھے مگر اب شہروں میں ہندوؤں اور مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام جاری ہے۔ جس کی وجوہات مصنف کے نزدیک محض فرقہ وارانہ ہی نہیں بلکہ دیگر عوامل بھی کارفرما ہیں۔ مثلاً ''مسلمان قرض دار، ہندو قرض خواہوں کو اور ہندو قرض دار مسلمان قرض خواہوں کو ہسپتال رسید یا قبر رسید کر دیتے ہیں۔ پچھلے فساد میں لوگوں کا کہنا ہے کہ پٹھان اور سکھ زیادہ مارے گئے...... مارا ماری کرنے والے اصحاب اس بات کا بڑا خاص خیال رکھتے ہیں کہ چھرا چلاؤ تو ایسا کہ نہ صرف آدمی مارا جائے بلکہ اصل اور سود دونوں ادا ہو جائیں۔''[۱۳]

''شہر'' کی پانچویں قسط ۳ مارچ ۱۹۴۷ء کو شائع ہوئی۔ اس قسط میں خوجوں اور پارسی عقیدہ و نسل کے لوگوں کے مرقعے نہایت دلچسپ انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔ ان مرقعوں میں ان لوگوں کی ترقی یا فنگی بھی ظاہر ہوتی ہے۔ شہر کی اس اشاعت میں حمید اختر کی زبانی پنجاب کے حسن کی تعریف بھی کی گئی ہے۔ جس میں فطری حسن کی مالک دوشیزائیں ہوتی ہیں:

> حمید اختر مجھے ڈانٹتا ہے بھئی ''چھوڑو'' اس مس ٹھیکرسن کی یاد، وہ بھی کوئی لڑکی تھی .... لڑکی دیکھنا ہے تو آؤ کبھی ہمارے پنجاب آؤ کبھی، ایمان سے یار، کیا لڑکیاں ہوتی ہیں۔[۱۴]

''شہر'' کی چھٹی اشاعت ۱۰ مارچ ۱۹۴۷ء کو ہوئی جس کی ابتداء میں بمبئی میں چوکیداری کے پیشے کو موضوع بنایا گیا ہے۔ سرحدی پٹھان فلم میں کام کرنے آتے ہیں اور بڑی بلڈنگوں میں چوکیداری کرتے کرتے بوڑھے ہو جاتے ہیں لیکن سرحدی پٹھانوں کے لیے گورکھے خطرہ بن گئے ہیں۔ چوں کہ انھوں نے بھی یہ کام شروع کر دیا ہے۔ بمبئی میں بھانت بھانت کی بولیاں بولی جاتی ہیں اور ملک کے مختلف علاقوں سے لوگ آکر آباد ہو گئے ہیں۔ بمبئی کا شہری کلچر مخلوط معاشرت کا حامل ہے:

> شہر میں آپ کو خاص شہر والا کوئی نہیں ملے گا۔ پنجابی ملے گا، بہاری ملے گا، یوپی والا ملے گا، بنگالی ملے گا، مدراسی ملے گا، دکھنی ملے گا اور کبھی کبھی شہر بالکل انگلستان، امریکہ جرمنی، جاپان نظر آئے گا۔ اول الذکر شہر کی آبادی میں اور موخر الذکر شہر کی تجارت میں ......اصلی شہر کہیں نہیں ہے۔[۱۵]

"شہر" میں بمبئی میں منعقد ہونے والی انجمن ترقی پسند مصنفین کا نفرنس کی روئیداد بھی بڑے دلچسپ انداز میں لکھی گئی ہے جس میں بڑے ادیبوں کی شرکت کا پتا چلتا ہے۔ جیسے "جب ہم گھر پہنچے تو ایسا معلوم ہوا یوپی سے حضرت جوش ملیح آبادی، ڈاکٹر اشرف، سید سجاد ظہیر، رضیہ سجاد ظہیر، اسرار الحق مجاز، سردار جعفری، کیفی اعظمی، جان نثار اختر، اختر الایمان، ساغر نظامی، شاہد لطیف، عصمت چغتائی، سلطانہ بیگم علی اشرف، حاجرہ مسرور، خدیجہ مستور، رفعت سروش، مجروح سلطان پوری تشکیل بدایونی، عادل رشید، پنجاب سے سعادت حسن منٹو، میراجی، اوپندر ناتھ اشک، کوشبلا اشک، خواجہ احمد عباس، رامانند ساگر، پریم دھون، مہندر ناتھ، انور، ساحر لدھیانوی، حمید اختر، بھوپال سے قدوس صہبائی، مرزا اشفاق بیگ، کامریڈ مہدی، کشمیر سے بلراج ساہنی، حیدرآباد سے نظر حیدرآبادی، نیاز حیدر، دھرتی کے نامعلوم زرخیز ترقی پسند خطے سے ثمینہ جعفری... سوویٹ انڈیا سے صرف کامریڈ ابراہیم جلیسوف حضرت انطون چیخوف۔"[۱۶]

بمبئی میں اس کانفرنس کے انعقاد میں کرشن چندر پیش پیش تھے۔ کانفرنس کے اختتام پر وہ ادیبوں کو جس طرح پیسے دے رہے ہیں، اس کا احوال یوں لکھتے ہیں کہ:

> یہ آل انڈیا کانفرنس ختم ہونے کے بعد اکثر ادیبوں نے کرشن چندر سے واپسی کا کرایہ اور ناونوش کے دام وصول کیے۔ جن میں نیاز حیدر پیش پیش تھے.... کرشن چندر سے نظر بچا بچا کر ادیبوں کو قرض دے رہا تھا جیسے وہ خود ان کا مقروض ہو اور ادیب اس سے قرض ایسے لے رہے تھے جیسے اپنا حق مانگ رہے ہوں۔[۱۷]

بمبئی "شہر" کی ایک مشہور صنعت اشتہار بازی ہے۔ ہر مشہور جگہ پر اشتہارات کی بھرمار ہے۔ حمید اختر مصنف اور ساحر نے ایک فلم کمپنی کے دفتر جانا ہے لیکن اشتہاروں کی بے پناہ بھرمار کی بدولت کسی دیے گئے پتے پر پہنچنا بہت مشکل ہے اور یہی مشکل ان لوگوں کو بھی درپیش ہے۔ ایک منظر ملاحظہ کیجئے:

> اس فلم پروڈیوسر کا دفتر تلاش کرنے میں ہم نے دادر کی ساری فلم کمپنیوں کے دفتر چھان مارے۔ کوئی فلم کمپنی ایک کمرے والے فلیٹ میں تھی تو کوئی کسی لانڈری کے زیر سایہ...[۱۸]

"شہر" کی ساتویں اور آخری قسط ۱۷ مارچ ۱۹۴۷ء کو شائع ہوئی۔ اس قسط میں خاص طور پر مصنف نے اپنے اور ساحر کے درمیان ہونے والے جھگڑوں کو موضوع بنایا ہے اور ان جھگڑوں کی وجوہات بھی بیان کیں جو بہت دلچسپ ہیں۔ مثلاً جب مصنف اور ساحر کے پاس پیسے ہوتے ہیں، یہ ایک دوسرے کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں مگر جب پیسے ختم ہو جاتے ہیں تو یہ دونوں ایک دوسرے سے گلے شکوے کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایک منظر ملاحظہ کیجئے:

> ساحر... تم جوش ملیح آبادی سے زیادہ بڑے شاعر ہو تمھاری و نظم، تاج محل کے سامنے تم نے ایک کالا تاج محل کھڑا کر دیا ہے۔ تمھارا تاج محل سچ مچ کا آٹھواں عجوبہ ہے.... جوش کی بدقسمت کہاں! ساحر خوش ہو کر کہتا ہے جلیسوف تم ہندوستان کے چیخوف ہو۔ چیخوف تمھاری کہانیاں اس بورژوائی دور کی سنگین ترین کہانیاں ہیں۔ بعض اوقات تمھارے مقابلے میں مجھے کرشن چندر بھی ہیچ نظر آتا ہے.... اور جب جیب میں پیسے ختم ہو جاتے ہیں تو پھر ساحر جلیسوف کی عدم موجودگی میں دیدنیدار سے اور جلیسوف ساحر کی عدم موجودگی میں حمید اختر سے گل فشانیاں کرتا ہے۔ بڑا آیا جوش سے بڑا شاعر...... اجی وہ کسی مدراسی شاعری کا مقابلہ کر لے اور وہ جلیسوف ... مست قلندر ا ور لطف شباب کے افسانہ نگار اس سے اچھے افسانے لکھتے ہیں۔ اجی اسے تو یونہی لفٹ مل گئی ہے،. بڑا آیا چیخوف کہیں کا۔[۱۹]

بمبئی کی سماجی زندگی میں طوائف کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور بمبئی کی اکثر طوائفیں شہر کے فاکلینڈ روڈ پر آباد ہیں۔ اس لیے مصنف نے شہر کے فاکلینڈ روڈ کو فاختہ روڈ کے نام سے یاد کیا ہے۔ ان عورتوں کے جسم اور مجبوریاں ایک ساتھ بکتی ہیں اور ان کے دلالوں میں سگے بھائی شامل ہیں مگر افلاس بہن کی جسم فروشی پر مجبور ہے:

> یہ میری سگی بہن ہے صاحب مگر آپ کو اس کے منہ مانگے دام دینے ہوں گے۔ روپیہ قہقہہ لگاتا ہے کوئی پروا نہیں مگر یہ واقعی تمھاری سگی بہن ہے نا۔-- ویری گڈ۔-- مجھے تمھاری سگی بہن ہی چاہیے اور اگر اندر تمھاری ماں یا بیٹی یا بیوی بھی

> جوان ہے تو اسے بھی لاؤ... افلاس بیچارا تنگ و تاریک چالوں اور کھولیوں سے اپنی جوان مائیں، بیٹیاں اور بیویاں بھی لا کر پیش کر دیتا ہے۔ روپیہ کہتا ہے اگر تمھارے جسم میں غیرت کا ابال آ رہا ہے تو تم شہر کیوں آئے ہو۔[۲۰]

شہر میں بے روزگاری عروج پر ہے۔ نوجوان ڈگریاں ہاتھ میں لیے نوکری کے لیے مارے مارے پھرتے ہیں۔ سارا شہر بھوک افلاس کے ہاتھوں تنگ لوگوں کی بستی ہے۔ جہاں روٹی کے ٹکڑے کی تلاش میں بھکاری سارا سارا دن در در کی خاک چھانتے ہیں۔ ٹکے ٹکے کے عوض اپنے جسم بیچنے والی عورتیں مختلف بیماریوں کا مجموعہ ہیں اور گناہ کے اڈے ہیں۔ بمبئی کی یہ تصویر بڑی تلخ اور بدصورت ہے۔ جس میں غریبوں کی زندگی کا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ دوسری طرف بمبئی کی بڑی بلڈنگوں، راج محلوں، لمبی لمبی کاروں، سیٹھوں، راجاؤں صنعت کاروں کی بے پناہ دولت کا ذکر بھی ملتا ہے۔ جسے پڑھنے کے بعد ڈکنیز کی تھیوری کا قائل ہونا پڑتا ہے کہ ہر شہر میں دو شہر ہوتے ہیں۔ ایک شہر امیروں کا ہوتا ہے اور ایک شہر غریبوں کا ہوتا ہے۔ بمبئی جو اپنی صنعتی ترقی اور روشنیوں کی بدولت بہت معروف ہے اس شہر کی اندرونی معاشرت کلبلاتے پھوڑے کی طرح ہے۔ ''شہر''میں ہندو مسلم فسادات کے نئے تناظرات ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ہندو مسلم فساد کی وجوہات میں مذہبی شدت پسندی کے علاوہ قرض کے لین دین میں قرض خواہ سے جان چھڑانے کا نادر موقع قتل و غارت ہے۔ جس میں بنئے اور ساہوکاروں سے مقروضوں کی جان چھوٹ جاتی ہے۔ چناں چہ ہر فساد میں مرنے والوں کی تعداد بتاتی ہے کہ بنئے اور ساہوکاران فسادات میں چن چن کر قتل کیے جاتے ہیں:

> ''شہر''میں ابراہیم جلیس کا طنزیہ اور کاٹ دار اسلوب جگہ جگہ نظر آتا ہے۔ ''شہر'' بمبئی کی باطنی اور خارجی زندگی کی مکمل عکاسی پر مشتمل رپورتاژ ہے جس میں نہ صرف روشنیوں کا ذکر ہے بلکہ اندھیرے دریچوں کی سیاہی بھی نمایاں ہے۔ جلیس نے اس رپورتاژ میں جزئیات نگاری سے بھی دلچسپی کے عناصر پیدا کیے ہیں۔ حتیٰ کہ بمبئی کی مچھلی بیچنے والی عورتیں اور گھاٹن کا ذکر بھی ''شہر''میں موجود ہے۔ گھاٹنوں اور مچھلی بیچنے والوں کا لباس کچھ عجیب ہوتا ہے اور ساڑھی ہی پہنتی ہیں مگر ساڑھی کا اگلا دامن دونوں ٹانگوں کے درمیان سے اٹھا کر پیچھے اڑس لیتی ہیں۔[۲۱]

ابراہیم جلیس کا رپورتاژ ''شہر'' ایک ایسا رپورتاژ ہے جو اپنے اندر ایک جہان سمیٹے ہوئے ہیں۔ یوں کہہ لیجیے کہ اس رپورتاژ میں بمبئی کی پوری معاشرتی اور ادبی زندگی پوشیدہ ہے۔ اس رپورتاژ کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے گویا ہم نے بمبئی کو اپنی چشم تصور سے دیکھ لیا ہے۔ اس کا اسلوب سادہ اور سلیس ہے جس میں بمبئی شہر کی معاشرت کے نقوش انتہائی مہارت سے مرتب کیے گئے ہیں۔ یہ رپورتاژ بمبئی ''شہر'' کے بارے میں نہ صرف مکمل معلوماتی مضمون ہے بلکہ اعلی تخلیقی ادب کے تمام عناصر اس رپورتاژ میں موجود ہیں۔ میرے خیال میں ''شہر'' کو جلیس کے دیگر رپورتاژوں کے مقابلے میں نمائندہ حیثیت حاصل ہے۔

حواشی

۱۔ ڈاکٹر انور سدید، اردو ادب کی مختصر تاریخ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، طبع اول، فروری ۱۹۹۱ء)، ۴۱۱۔

۲۔ مقالہ نگار کے نام ڈاکٹر انور سدید کا ایک خط؛ جس پر سن تحریر درج نہیں ہے، تاہم میں نے خط یکم مئی ۱۹۹۷ء کو لکھا جس کا جواب مجھے دو ہفتے بعد ملا۔ یعنی ۱۵ مئی ۱۹۹۷ء کو ملا۔

۳۔ مالک رام، ''ابراہیم جلیس، ابراہیم حسین''، مشمولہ: ارمغان، ابراہیم جلیس نمبر، ص ۴۰۰۔

۴۔ حمید اختر، آشنائیاں کیا کیا (لاہور: جنگ پبلشرز، اشاعت اول، اگست ۱۹۹۴ء)، ۱۶۱-۱۶۰۔

۵۔ ابراہیم جلیس، ''شہر''، مشمولہ: نظام ہفتہ وار بمبئی، ۱۵ دسمبر ۱۹۴۶، ص ۹۔

۶۔ ایضاً، ۹۔

۷۔ ایضاً، ۱۰۔

۸۔ ایضاً، ۱۰۔

۹۔ ایضاً، ۱۴۔

۱۰۔ ایضاً، ۱۷۔

۱۱۔ ایضاً، ۲۱۔

۱۲۔ ایضاً، ۹۔

۱۳۔ ایضاً، ۹۔

۱۴۔ ایضاً، ۲۱۔

۱۵۔ ایضاً، ۹۔

۱۶۔ ایضاً، ۹۔

۱۷۔ ایضاً، ۱۰۔

۱۸۔ ایضاً، ۱۰۔

۱۹۔ ایضاً، ۱۳۔

۲۰۔ ایضاً، ۱۳۔

۲۱۔ ایضاً، ۹۔